سنن فعلیہ ۔۔۔۔۔اقسام واحکام

’’فقہاء اور اصولیین کی آراء کا تحقیقی جائزہ‘‘

* محمد امجد

** محمود سلطان کھوکھر

Abstract

This article aims to analyze and compare the views of Fuqha and Asouliyeen about 'ahkam' (ruling values) of different kinds of Sunnah Fi'liyyah. Sunnah Fi'liyyah refers to the practices and deeds of the Prophet Muhammad (PBUH).Sunnan Fi'liyyah are divided into different kinds and there are different views about 'hukam' of every kind. For example Afaal-e-Jibilliya(ordinary physical acts performed by every human being like eating, sleeping etc.) are permissible for the rest of Ummah like the Prophet Muhammad(PBUH). Khasa'is-e-Nabvi (acts that are specific to the Prophet Muhammad (PBUH)) the rest of Ummah is not allowed or bound to follow him in such acts.Afaal-e-Biyania (acts that are explanations of unelaborated rules in the Quran) have the status of law and 'hukam' of these sunnan is subordinate to 'hukam' of unelaborated rules.

Keywords: Sunnah, Filiyah, Ahkam-e-Sunnah, فقہی اختلافات

قرآنِ پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

’’لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا‘‘(1)

اس آیت کے بموجب جو شخص جنت کی کامیابی کا طلب گار ہے اور جہنم کی آگ سے بچنے کا خواہش مند ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ زندگی کے تمام امور اور معاملات میں حضور اکرمؐ کی پیروی کرے کیونکہ کوئی بھی

*اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، بہاءالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

**اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، بہاءالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

فعل اور قول اس وقت تک درست نہیں ہوسکتا جب تک وہ آپ ؐ کی سنت کے موافق نہ ہو۔ انسان کے لیے ضروری ہے کہ اس کے اقوال وافعال بلکہ حرکات وسکنات تک آپ ؐ کے اقوال وافعال اور حرکات وسکنات کے مشابہ ہوں۔ اس مشابہت ومماثلت کو پانے کے لیے آپ ؐ کی سنن واحادیث کا تتبع اوران پر عمل پیرا ہونا لابدی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنن واحادیث کے مجموعہ کونوعیت کے اعتبار سے تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے:

۱۔سنن قولیہ　　　۲۔سنن فعلیہ　　　۳۔سنن تقریریہ

علامہ ابن حزم ؒ فرماتے ہیں:

"السنن تنقسم ثلاثة اقسام: قول من النبی صلی الله علیه وسلم، أو فعل منه علیه السلام، أو شیء رأه وعلمه فاقر علیه ولم ینکره."(2)

جمہور علمائے اصول نے سنت کو قول، فعل اور تقریر میں تقسیم کیا ہے مگر بعض علمائے اصول نے سنت کو صرف قول اور فعل میں تقسیم کیا ہے۔(3)

جن علمائے اصول نے تقریر کو علیحدہ سے سنت میں ذکر نہیں کیا انھوں نے ایسا اس وجہ سے کیا ہے کہ تقریر انکار سے رکنے (کف عن الانکار) کا نام ہے اور کف بھی چونکہ ایک فعل ہے لہٰذا تقریر بھی فعل میں شامل ہے اور اس کو علیحدہ سے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔(4)

فعل کا لغوی واصطلاحی معنی:

سنن فعلیہ کو چونکہ عام طور پر افعال النبی ؐ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور افعال فعل کی جمع ہے لہٰذا سب سے پہلے لفظ فعل کا مفہوم ومعنی سمجھنا ضروری ہے۔ فعل بدن اور نفس کی حرکت کو کہتے ہیں۔ صاحب لسان نے فعل کی لغوی تعریف یوں کی ہے:

" الفعل: کنایة عن کل عمل متعد أو غیر متعد، فَعَلَ یَفْعَلُ فَعْلاً وفِعْلاً "(5)

القاموس المحیط میں ہے:

الفعل: بالکسر: حرکة الانسان او کنایة عن کل عمل متعد.(6)

معجم مقاییس اللغۃ میں فعل کا لغوی معنی ان الفاظ سے بیان کیا گیا ہے۔

فعل......یدل علی احداث شیء من عمل وغیره.(7)

سلیمان الاشقر، علامہ جوزجانی کے حوالہ سے فعل کی تعریف میں رقم طراز ہیں:

" الفعل هو الهيئة العارضة للمؤثر فی غيره بسبب التأثير، كالهيئة الحاملة للقاطع بسب كونه قاطعاً...... ومنه الفعل العلاجی، وهو ما يحتاج حدوثه الى تحريک عضو كالضرب والشتم."(8)

''فعل وہ ہیئت ہے جو مؤثر کو تاثیر کے سبب اپنے غیر میں حاصل ہو مثلاً وہ ھیئت جو کاٹنے والے کو حاصل ہوتی ہے اس وجہ سے کہ وہ کاٹنے والا ہے......فعل کی ایک قسم فعل علاجی جس کے وقوع کے لیے جسم کے کسی عضو کو حرکت دینا پڑتی ہے مثلاً مارنا اور گالی دینا۔''

اس تعریف کا خلاصہ یہ ہے کہ فعل اس خاص ہیئت اور حالت کا نام ہے جو فاعل کو فعل سرانجام دینے کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے۔

علمائے اصول کے نزدیک فعل وہ ہے جو کسی مکلّف بندے سے اس کی قدرت کے ساتھ صادر ہو۔(9)

لہٰذا ہر وہ فعل جو صرفیوں کے نزدیک فعل ہو وہ ضروری نہیں کہ علمائے اصول کے نزدیک بھی فعل ہو مثلاً مرنا، جینا، کالا ہونا، بوڑھا ہونا وغیرہ علم صرف کی اصطلاح میں تو افعال ہیں مگر علمائے اصول کے نزدیک افعال نہیں ہیں کیونکہ یہ افعال بندہ سے اس کی قدرت کے ساتھ صادر نہیں ہوتے۔

سنن فعلیہ کا اصطلاحی مفہوم:

سنن فعلیہ ان افعال کو کہتے ہیں جن کو آپؐ نے سرانجام دیا ہو مثلاً نمازوں کی ادائیگی، حج کی ادائیگی وغیرہ۔ سنن فعلیہ کو اصول فقہ میں افعال نبویؐ کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اصول کی کتب میں افعال نبویؐ کی کوئی واضح تعریف نہیں ملتی البتہ الدکتور عبدالقادر عروسی نے یہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ افعال نبویؐ سے کیا مراد ہے؟ وہ کہتے ہیں:

''افعال نبویؐ سے مراد اقوال کے ماسوا آپؐ کے اعمال ہیں۔ یہاں افعال سے وہ افعال مراد نہیں جو نحو اور لغت عربی میں اسماء اور حروف کی قسیم ہیں بلکہ افعال سے آپؐ کے بدن کی حرکات اور تاثیرات مراد ہیں۔ لہٰذا ہاتھ سے اشارہ کرنا یا سر سے اشارہ کرنا بھی افعال میں شمار کیا جائے گا کیونکہ یہ بدن کے عضو کی حرکت ہیں اور اسی طرح تسبیح و ذکر بھی افعال میں شامل ہیں کیونکہ یہ زبان کے اعمال ہیں۔ اسی طرح آپؐ کا کوئی حکم دینا مثلاً آپؐ نے شفعہ

کے بارے میں فیصلہ دیا۔(10) اور حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو رجم کرنے کا حکم صادر فرمایا۔(11) آپ ؐ کا حکم آپ کا فعل شمار ہوگا اگر چہ اس کو نافذ کرنے والا کوئی اور ہو کیونکہ آپ ؐ کی حیثیت قاضی کی تھی اور آپ ؐ کے احکام کو نافذ کرنے والے آپ کے وکلاء تھے۔ آپ کے اقوال سے مراد آپ ؐ کا مکلفین سے بطور نہی، امر، ارشاد اور اباحت خطاب فرمانا ہے۔ بہر حال آپ ؐ کا ذکر، تکبیر، تہلیل اور تسبیح یہ سب افعال ہیں (یہ اقوال میں شامل نہیں ہیں)۔(12)

سنن فعلیہ کی اقسام اور ان کا حکم:

افعال نبویؐ سے فی الجملہ استدلال کرنے اور افعال نبویؐ کی حجیت پر امت کا اجماع ہے۔ یہاں اس بات کا جائزہ لینا مقصود ہے کہ افعال نبویؐ کتنی اقسام میں منقسم ہوتے ہیں اور ہر قسم سے استدلال کرنے میں فقہاء کا کیا منہج ہے اور ہر فعل کس حکم پر دلالت کرتا ہے اور کس پر دلالت نہیں کرتا۔

افعال جبلیہ:

آپ ؐ بھی دوسرے انبیاء کی مانند ایک نبی تھے اور دوسرے انسانوں کی مانند ایک انسان اور بشر تھے البتہ دوسرے انسانوں کی نسبت آپ ؐ کا امتیاز یہ تھا کہ اللہ نے آپ ؐ کو رسول منتخب فرمایا اور جبرائیلؑ کے ذریعے آپ ؐ پر وحی کی جاتی تھی۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ"(13)

اللہ کے آپ ؐ کو رسول بنانے سے بشریت کا وصف آپ ؐ سے سلب نہیں کیا گیا بلکہ آپ ؐ دوسرے انسانوں کی مانند بشر تھے اور بحیثیت بشریت جو حاجات وضروریات عام انسانوں کو پیش آتی ہیں وہ آپ ؐ کو بھی پیش آتی تھیں لہٰذا وہ افعال جو آپ ؐ سے طبیعت انسانی اور جبلت بشری کے تحت صادر ہوتے تھے ان کو افعال جبلیہ کہا جاتا ہے۔(14)

بعض افعال جبلیہ ایسے ہیں جو خالصتاً تقاضائے بشری کا نتیجہ ہوتے ہیں اور انسان کا ان میں کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ مثلاً جسم کے اعضاء کی حرکت، پلکیں جھپکنا، کروٹ لینا وغیرہ۔ ایسے افعال کے بارے میں تمام فقہاء و مجتہدین

کا اتفاق ہے کہ ایسے افعال سے امر و نہی کا تعلق نہیں ہے اور ایسے افعال مباح ہیں جیسا کہ علامہ جوینیؒ لکھتے ہیں:

'' فلا استمساک بهذا الفن من فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم''(15)

افعال جبلیہ کی دوسری قسم وہ ہے جن کو اگر چہ انسان اپنے اختیار سے کرتا ہے مگر کوئی انسان ان سے خالی نہیں ہوتا اور ان کو جبلی اور فطری عادت کے طور پر سرانجام دیا جاتا ہے مثلاً کھڑا ہونا، بیٹھنا، کھانا وغیرہ۔

ایسے افعال جبلیہ کے حکم کے بارے میں دو قول ہیں۔ جمہور علماء کے نزدیک افعال جبلیہ کی یہ قسم آپؐ کے حق میں بھی مباح ہے اور امت کے حق میں بھی مباح ہے۔ علامہ آمدیؒ لکھتے ہیں:

''اما ما كان من الافعال الجبلية، كالقيام والقعود، والأكل، والشرب، ونحوه؛ فلا نزاع في كونه على الاباحة بالنسبة اليه والى امته.''(16)

دوسرا قول یہ ہے کہ افعال جبلیہ کی اس قسم پر عمل کرنا مستحب ہے۔ یہ قول احناف کا ہے اور اس کی تصریح علامہ سرخسیؒ نے کی ہے۔ اسی طرح قاضی ابوبکر باقلانیؒ اور امام غزالیؒ نے بھی اس کے استحباب کو نقل کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ علیہا کی نسبت سے یہ بات مشہور و معروف ہے اور ایسے واقعات حدیث کی کتب میں کثرت سے منقول ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما افعال جبلیہ میں بھی اقتداء اور پیروی کا اہتمام کرتے تھے۔(17)

افعال عادیہ:

افعال عادیہ سے مراد وہ افعال ہیں جو آپؐ اپنی عادت یا اپنی قوم کی عادت کے مقتضیٰ کے تحت کرتے تھے اور ان کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ مثلاً سیاہ عمامہ باندھنا، لمبے بال رکھنا، پانی ذخیرہ کرنے کے لیے چمڑے کی مشک استعمال کرنا، سرمہ اور خوشبو کا استعمال کرنا وغیرہ۔(18)

ایسے افعال عادیہ اصلاً مباح ہیں البتہ اگر ان افعال کے بارے میں آپؐ کا کوئی ارشاد ہو جس میں ان افعال کرنے کا حکم یا ترغیب موجود ہو تو ایسی صورت میں یہ افعال عادیہ شمار نہیں ہوں گے بلکہ افعال شرعیہ بن جائیں گے۔ اسی طرح اگر افعال عادیہ کے ساتھ ارشادِ نبویؐ کے علاوہ کوئی ایسا قرینہ موجود ہو جو ان افعال کا شریعت کے ساتھ ارتباط ظاہر کرتا ہو تو اس صورت میں بھی یہ افعال شرعی بن جائیں گے۔

مذکورہ بالا تفصیل کی بناء پر بعض متاخرین محمد ابوزہرہ (19) جاوید احمد غامدی (20) وغیرہ حضرات کا یہ کہنا کہ آپ ؐ کا داڑھی رکھنا اور مونچھیں کتروانا امور عادیہ میں شامل ہے نہ کہ امور شرعیہ، اس قول کا بطلان واضح ہو جائے گا کیونکہ آپ ؐ نے نہ صرف داڑھی بڑھانے اور مونچھیں کتروانے کا حکم دیا ہے بلکہ اس کو مشرکین کی مخالفت قرار دیا ہے۔ آپ ؐ کا ارشاد ہے:

"خالفو المشركين، وفروا اللحى واحفوا الشوارب." (21)

وہ افعال جو جبلت وعادت اور شریعت کے درمیان متردد ہوں:

ایسے افعال جو عادت و جبلت میں شمار ہوتے ہیں لیکن آپ ؐ ایک خاص انفرادی کیفیت کے ساتھ ان کو ہمیشہ اہتمام سے سرانجام دیتے تھے اور آپ ؐ کا یہ اہتمام اس عادت و جبلت کو طبیعت کی نسبت شریعت کے زیادہ قریب کر دیتا تھا مثلاً آپ ؐ کے کھانے کا انداز، پینے کا انداز، پہننے اور سونے کا انداز، یہ ایسے افعال ہیں جو جبلی اور تشریعی دونوں ہونے کا احتمال رکھتے ہیں۔ (22)

کیا ایسے افعال کو جبلی شمار کیا جائے گا کیونکہ اصل عدم تشریع ہے یا ایسے افعال کو شرعی شمار کیا جائے گا کیونکہ آپ ؐ کو شرعی احکام بیان کرنے کے لیے مبعوث کیا گیا تھا؟ اس مسئلہ میں امام شافعیؒ کے دو قول ہیں، پہلے قول کے مطابق ان افعال کو تشریعی شمار کیا جائے گا اور سنت شمار ہوں گے اور دوسرے قول کے مطابق ان افعال کو جبلی شمار کیا جائے گا البتہ ان کے تشریعی ہونے پر کوئی دلیل آ جائے تو پھر ان کی پیروی کرنا ضروری ہوگی۔ علامہ شوکانیؒ نے پہلے قول کو ترجیح دی ہے کہ ان افعال کو کرنا مستحب ہے۔ علامہ سبکیؒ اور علامہ زرکشیؒ نے بھی استحباب کو ترجیح دی۔ (23)

دوسرا قول راجح ہے کیونکہ آپ ؐ کا ان افعال کو اہتمام اور مخصوص کیفیت سے کرنا اس بات کی خبر دیتا ہے کہ ان افعال کا تعلق محض عادت و جبلت سے نہیں ہے بلکہ شریعت سے ہے۔ لہٰذا ان افعال کو تشریعی شمار کر کے کم از کم استحباب کا حکم لگایا جائے گا۔

خصائصِ نبوی ؐ:

خصائص نبوی ؐ سے مراد وہ افعال ہیں جو آپ ؐ کے ساتھ خاص ہیں اور امت کے افراد ان افعال میں شریک نہیں ہیں۔ خصائص نبوی ؐ کی تین قسمیں ہیں۔

ا۔ وہ امور جو صرف آپ ؐ کے لیے جائز ہیں اور امت کے لیے جائز نہیں ہیں مثلاً چار سے زائد شادیاں کرنا،

مسلسل بلا وقفہ نفلی روزہ رکھنا، بلا احرام مکہ میں داخل ہونا۔

۲۔ وہ امور جو صرف آپؐ کے لیے واجب ہیں اور امت کے لیے واجب نہیں ہیں مثلاً تہجد کی نماز، چاشت کی نماز، مسواک کرنا۔

۳۔ وہ امور جو صرف آپؐ پر حرام ہیں اور امت پر حرام نہیں ہیں مثلاً صدقہ کھانا، ازواج مطہرات کو تبدیل کرنا۔(24)

خصائص نبویؐ کے بارے میں امت کا اجماع ہے کہ ان افعال میں کوئی فرد آپؐ کے ساتھ شریک نہیں لہٰذا ان افعال پر عمل کرنا جائز نہیں۔(25) مثلاً چار سے زائد نکاح کرنے کی صرف آپؐ کو اجازت ہے اور امت کے کسی فرد کے لیے چار سے زائد نکاح کرنا جائز نہیں۔ صدقہ کا مال کھانا صرف آپؐ کے لیے حرام ہے، امت میں سے کسی فرد کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ صدقہ کا مصرف ہونے کے باوجود صدقہ کو اپنے اوپر حرام کرلے البتہ اس سے پرہیز کرنا مستحب ہے۔ اسی طرح مسواک کرنا آپؐ کے لیے واجب تھا مگر امت کے کسی فرد کے حق میں وجوب کا حکم نہیں البتہ مسواک کرنا امت کے افراد کے لیے مستحب ضرور ہے۔

افعالِ بیانیہ:

اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو تمام انسانوں کے لیے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا اور انسانوں کی ہدایت کے لیے آپؐ کو قرآن دے کر بھیجا لیکن قرآن میں بہت سی آیات ایسی ہیں جو مختصر و مجمل ہیں اور تشریح و توضیح کی محتاج ہیں تا کہ ان پر عمل کیا جا سکے۔ قرآن کی ان مجمل آیات کی تشریح و توضیح آپؐ نے اپنے اقوال و افعال کے ذریعے فرمائی، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ وَ لَعَلَّھُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ “(26)

لہٰذا افعال بیانیہ سے مراد آپؐ کے وہ افعال ہیں جو قرآنِ کریم میں نازل شدہ کسی حکم یا آپؐ ہی کے کسی قول میں موجود اجمال کو دور کرتے ہوں اور اس حکم کو عملی طور پر نافذ کرنے کے طریقۂ کار کے بارے میں بیان کی حیثیت رکھتے ہوں۔ الدکتور سلیمان الاشقر نے افعال بیانیہ کی تعریف ان الفاظ سے کی ہے:

” ان مرادنا بالفعل البیانی، ما وقع بیانا للمشکل من مجمل وغیرہ مما ورد فی القران وتکلفت السنة ببیانه.“(27)

بطورِ مثال عرض کرتا ہوں کہ قرآن کریم نے چور کی سزا یہ بیان فرمائی:

”وَ السَّارِقُ وَ السَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا“(28)

قرآنِ کریم کے اس حکم میں اجمال ہے کہ ہاتھ کہاں سے کاٹا جائے۔ نبی کریمؐ نے ایک چور کا ہاتھ کاٹ کر اس اجمال کو اپنے فعل کے ذریعے دور فرما دیا۔(29)

کسی فعل کا بیان ہونا یا تو اس طرح معلوم ہوگا کہ آپؐ خود تصریح کر دیں یا قرآن میں کوئی ایسی آیت ہو جو مجمل ہو اور اس کا اجمال آپؐ نے قول کے ذریعے دور نہ فرمایا ہو تو اس صورت میں فعل اس مجمل آیت کا بیان ہوگا۔

علامہ آمدیؒ لکھتے ہیں:

”واما ما عرف كونه فعله بيانا لنا، فهو دليل من غير خلاف، وذلك: اما بصريح مقاله، كقوله ”صلو كما رايتموني أصلي“، ”و لتأخذوا عني مناسككم“ او بقرائن الاحوال، وذلك كما اذا ورد لفظ مجمل، او عام اريد به الخصوص، او مطلق اريد به التقييد ولم يبينه قبل الحاجة إليه، ثم فعل عند الحاجة فعلا صالحا للبيان، فإنه يكون بيانا حتى لا يكون مؤخرا للبيان عن وقت الحاجة وذلك كقطعه يد السارق من الكوع بيانا لقوله تعالى فاقطعوا ايديهما.“(30)

افعال بیانیہ کا حکم یہ ہے کہ یہ افعال مبین (جن کے بیان کے طور پر واقع ہوئے ہیں) کے تابع ہوتے ہیں چنانچہ اگر مبین واجب ہے تو بیان بھی واجب ہوگا، اگر مبین مستحب ہے تو بیان بھی مستحب ہوگا اور اگر مبین مباح ہے تو بیان بھی مباح ہوگا۔ لہٰذا آیت سرقہ کی رو سے چور کا ہاتھ کاٹنا بطور حد ضروری ہے تو آپؐ کے فعل کی رو سے چور کا ہاتھ کلائی سے کاٹنا ضروری ہے اور اس سے زائد نہیں کاٹا جا سکتا۔

علامہ آمدیؒ فعل بیانی کا حکم ان الفاظ سے بیان کرتے ہیں:

”البيان تابع للمبين في الوجوب والندب والاباحة.“(31)

افعال بیانیہ کے بارے میں شیعہ امامیہ کا بھی وہی مؤقف ہے جو جمہور فقہاء کا ہے۔ شیعہ عالم شیخ رضا المظفر افعال بیانیہ کا حکم ان الفاظ سے بیان کرتے ہیں:

”انه قد يكون لفعل المعصوم من الدلالة ما هو اوسع من ذلك، وذلك

فیما اذا صدر منه الفعل محفوفاً بالقرینة کان یحرز انه فی مقام بیان حکم من الاحکام أو عبادة من العبادات کالوضوء والصلاة ونحوهما، فانه حینئذ یکون لفعله ظهور فی وجه الفعل من کونه واجبا أو مستحبا أو غیر ذلک حسبما تقتضیه القرینة."(32)

افعال امتثالیہ:

عام مسلمان جب ان افعال کو کرتے ہیں جن کا اللہ نے قرآن میں یا اپنے نبیؐ کے ذریعے حکم دیا تو وہ ان افعال کو صرف اللہ کا حکم سمجھ کر کرتے ہیں، ان کے نزدیک کسی امر خفی کو واضح کرنا یا کسی کو راغب کرنا مقصود نہیں ہوتا۔ آپؐ بھی چونکہ امت مسلمہ کے ایک فرد ہیں بلکہ سب سے پہلے فرد ہیں لہٰذا اللہ کے احکامات کے آپؐ بھی مکلّف ہیں۔ افعال امتثالیہ سے مراد یہاں وہ افعال ہیں جو آپؐ نے محض اللہ کے حکم کو بجالانے کے لیے کیے جیسا کہ دوسرے عام مسلمان کرتے ہیں اور نہ تو وہ فعل آپؐ کے خصائص میں شامل ہو اور نہ آپؐ نے وہ فعل کسی اجمال کے بیان کے طور پر کیا ہے۔ مثلاً آپؐ کا کلمۂ شہادت پڑھنا، نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، حج کرنا وغیرہ۔

محقق سلیمان الاشقر افعال امتثالیہ کی تعریف میں رقم طراز ہیں:

"وکل فعل من افعالهٖ صادر عن الاوامر الالهیة العامة للمکلفین، اذا لم یکن فیها اجمال ولا خفاء، أو کان فیها اجمال او خفاء ولکن لم یفعله للبتین، فهو امتثالی."(33)

افعال امتثالیہ کا حکم ان اوامر کے تابع ہوگا جن کے تحت ان کو سرانجام دیا جارہا ہے چنانچہ اگر امر سے وجوب مقصود ہے تو فعل بھی واجب ہوگا اگر امر سے استحباب مقصود ہے تو فعل بھی مستحب ہوگا اور اگر امر سے اباحت مراد ہے تو فعل بھی مباح ہوگا۔(34)

افعال متعدیہ:

افعال متعدیہ سے مراد آپؐ کے وہ افعال ہیں جن کا تعلق کسی دوسرے شخص سے ہو مثلاً عقوبات، معاملات، قضاء وغیرہ ابوالحسین بصریؒ، زرکشیؒ اور شوکانیؒ وغیرہ اصولیین نے افعال متعدیہ کو افعال نبویؐ کی ایک علیحدہ قسم کے طور پر ذکر کیا ہے۔(35)

افعال متعدیہ کی اقتداء کے جواز اور عدم جواز کے بارے میں تین قول ہیں: ایک قول جواز کا ہے، دوسرا قول عدم جواز کا ہے، اور تیسرا قول یہ ہے کہ فعل کی اقتداء سبب کی معرفت پر موقوف ہے۔ علامہ شوکانیؒ نے تیسرے قول کو ترجیح دی ہے اور کہتے ہیں کہ جب ہم پر وہ سبب واضح ہو جائے جس کی وجہ سے آپؐ نے یہ فعل کیا ہو تو سبب کے پائے جانے کے وقت ہمارے لیے بھی اس فعل کو کرنا جائز ہوگا اور اگر سبب ظاہر نہ ہو تو ہمارے لیے وہ فعل کرنا جائز نہ ہوگا۔(36)

وہ افعال جو آپؐ نے وحی کے انتظار میں کیے:

علامہ شوکانیؒ اور علامہ زرکشیؒ نے ان افعال کو ایک مستقل قسم قرار دیا ہے۔ علامہ زرکشیؒ ذکر کرتے ہیں کہ آپؐ نے حج میں احرام کو مبہم رکھا یعنی آپؐ نے قران، تمتع اور افراد کی نیت کی تعیین کے بغیر احرام باندھا۔ بعض شوافع سے منقول ہے کہ آپؐ کی اقتداء کرتے ہوئے اس طرح مبہم احرام باندھنا مستحب ہے لیکن امام الحرمین شوافع کے مذہب کا رد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپؐ کا احرام مبہم باندھنا قطعی طور پر وحی کے انتظار پر محمول ہے لہٰذا وحی آنے کے بعد اور معاملہ واضح ہونے کے بعد اقتداء قطعاً درست نہیں ہے۔(37)

افعال مجردہ:

اس سے مراد وہ افعال ہیں جو آپؐ نے ابتداء بلا کسی سبب کے کیے ہوں اور آپؐ کی جانب سے نہ افعال کے کرنے کا حکم ہو اور نہ ممانعت ہو۔ افعال مجردہ ایک مستقل قسم ہے جو افعال جبلیہ، امتثالیہ، بیانیہ اور خصائص میں داخل نہیں ہے۔(38)

افعال مجردہ کی دو قسمیں ہیں:

ا۔ پہلی قسم:

ان افعال مجردہ پر مشتمل ہے جن کا وصف معلوم ہو یعنی یہ بات معلوم ہو کہ آپؐ نے ان افعال کو واجب یا مستحب یا مباح سمجھ کر کیا ہے۔ افعال مجردہ کی پہلی قسم کی حیثیت ہمارے حق میں کیا ہے؟ فقہاء اور علمائے اصول کے اس بارے میں مختلف اقوال منقول ہیں۔

ا۔ پہلا قول مساوات کا ہے اور یہ قول جمہور علماء کا ہے۔(39) اس کا مطلب یہ ہے کہ امت کے افراد افعال مجردہ میں آپؐ کے مساوی ہیں چنانچہ جو فعل آپؐ نے واجب سمجھ کر کیا وہ امت پر بھی واجب ہے،

جو فعل آپؐ نے مستحب سمجھ کر کیا وہ ہمارے لیے بھی مستحب ہے اور جو فعل آپؐ نے مباح سمجھ کر کیا وہ ہمارے لیے بھی مباح ہے۔

۲۔ دوسرا قول وجوب کا ہے، اس قول کا مطلب یہ ہے کہ جیسا آپؐ نے کیا ہے ویسا کرنا ہمارے لیے ہر حال میں واجب ہے برابر ہے کہ ہمیں معلوم ہو کہ آپؐ نے وہ فعل بطور وجوب کیا ہے یا بطور استحباب کیا ہے یا بطور اباحت کیا ہے۔ اسی طرح آپؐ نے جس وصف پر فعل کیا ہے وہ ہمیں معلوم نہ ہو تب بھی اقتداء کرنا واجب ہوگی۔(40)

اس قول کے قائلین کے نزدیک معلوم الصفت افعال اور مجہول الصفت افعال دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔

۳۔ تیسرا قول استحباب کا ہے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ افعال مجردہ کی پہلی قسم پر عمل کرنا ہمارے لیے ہر حال میں مستحب ہے برابر ہے کہ ہمیں معلوم ہو کہ آپؐ نے وہ فعل بطور وجوب کیا ہے یا بطور استحباب کیا ہے یا بطور اباحت کیا ہے۔(41)

۴۔ چوتھا قول اباحت کا ہے۔ اس قول کا مطلب یہ ہے کہ افعال مجردہ کی پہلی قسم پر عمل کرنا ہمارے لیے ہر حال میں مباح ہے برابر ہے کہ ہمیں معلوم ہو کہ آپؐ نے وہ فعل بطور وجوب کیا ہے یا بطور استحباب کیا ہے یا بطورِ اباحت کیا ہے۔(42)

۵۔ پانچواں قول توقف کا ہے۔ اس قول کا مطلب یہ ہے ان افعال پر حکم لگانے میں توقف کیا جائے گا یہاں تک کہ کسی دلیل سے معلوم ہو جائے کہ ان کا حکم کیا ہے۔ اگر معلوم ہو جائے تو فبہا ورنہ ان افعال کا حکم موقوف رہے گا۔(43)

۶۔ چھٹا قول یہ ہے کہ افعال مجردہ کی پہلی قسم آپؐ کے ساتھ خاص ہے اور امت کے افراد کے لیے ان پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ کسی دلیل سے معلوم ہو جائے کہ امت کے افراد بھی اس فعل میں آپؐ کے ساتھ شریک ہیں تو پھر ان افعال کا ہمارے لیے کرنا جائز ہوگا یہ قول ابوالحسن کرخی، اشعریہ اور ابو بکر دقاق کا ہے۔(44)

ان اقوال مذکورہ میں سے جمہور کا قول راجح ہے کیونکہ اکثر علمائے اصول نے اس قول کو ترجیح دی ہے۔(45) جمہور کے قول کے راجح ہونے پر وہ آیات واحادیث دلالت کرتی ہیں جن سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپؐ کے افعال کی اقتداء اور اتباع مشروع ہے اور اقتداء کہتے ہیں کہ کسی فعل کو اسی طریقے اور اسی وصف پر سر

انجام دیا جائے جس طریقہ اور وصف پر مقتدیٰ (آپؐ) نے سرانجام دیا ہو اور یہی مذہب جمہور کا ہے۔

دوسری قسم:

ان افعال مجردہ پر مشتمل ہے جن کا وصف مجہول ہو یعنی یہ بات معلوم نہ ہو کہ آپؐ نے افعال کو واجب یا مستحب یا مباح سمجھ کر کیا ہے۔ افعال مجردہ کی اس دوسری قسم کی مزید دو قسمیں ہیں:

۱۔ اس فعل سے نبی کریمؐ کی طرف سے قرب الٰہی کا قصد ظاہر ہو رہا ہو۔ مثلاً رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف کرنا، (46) سجدہ تلاوت کرنا، (47) اور حجر اسود کا بوسہ لینا۔ (48)

۲۔ اس فعل سے نبی کریمؐ کی طرف سے قرب الٰہی کا کوئی قصد کسی قرینہ سے ظاہر نہ ہو رہا ہو۔ مثلاً روزہ کی حالت میں بیوی کا بوسہ لینا (49)، چاندی کی انگوٹھی پہننا (50)، حالت احرام میں سر دھونا۔ (51)

قسم اول:

اس قسم میں فقہاء اور اصولیین کا زبردست اختلاف ہے۔ علامہ جوینی لکھتے ہیں:

" هو الذى اختلف فيه الخائضون فى هذا الفن. "(52)

پہلا قول:

وجوب کا ہے کہ یہ افعال آپؐ کے اور ہمارے حق میں واجب ہیں جب تک کہ کوئی دلیل اس وجوب کے خلاف قائم نہ ہو جائے۔ یہ قول امام مالکؒ، شوافع میں سے ایک جماعت، بعض حنابلہ، معتزلہ اور علمائے اصول کی ایک جماعت کا ہے جن میں ابن سریج، اصطخری، ابن خیران اور ابوعلی بن ابی ھریرہ شامل ہیں۔ ابویعلی الفراء نے اس قول کو اپنی کتاب میں پسندیدہ قرار دیا ہے اور اس پر دلائل قائم کیے ہیں۔ ۵۳

اس قول کے قائلین کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ " قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ "(54)

اس آیتِ کریمہ سے استدلال کی صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی اطاعت کا حکم صیغۂ امر کے ذریعے دیا ہے اور امر کا صیغہ بظاہر وجوب کے لیے آتا ہے لہٰذا یہ آیت آپؐ کی اطاعت کے وجوب پر دلالت کرتی ہے۔ (55)

۲۔ "مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا "(56)

اس آیتِ کریمہ سے استدلال اس طرح کیا گیا ہے کہ آپؐ کا قول اور فعل دونوں "ما اتاکم" کے زمرہ

میں داخل ہیں اور ''ما اتاکم'' کو صیغۂ امر کے ذریعے لینے اور اپنانے کا حکم دیا گیا اور صیغۂ امر وجوب کے لیے آتا ہے لہٰذا ان مقدمات سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ آپؐ کے افعال کی پیروی کرنا واجب ہے۔

علامہ شوکانیؒ اس استدلال کو رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اولاً تو ''ما اتاکم'' سے مراد ''ما امرکم'' ہے اور امر صاف ظاہر ہے زبان کے ذریعے دیا جاتا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ ''ما اتاکم'' سے مراد صرف قول ہے کیونکہ یہ نہی کے مقابلہ میں آیا ہے تو چونکہ نہی کا تعلق قول سے ہے اسی طرح ''ما اتاکم'' کا تعلق بھی قول سے ہے اور فعل اس میں داخل نہیں ہے۔(57)

۳۔ صحابہؓ کا اس بات پر اجماع تھا کہ آپؐ کے افعال کو عمل میں لانا ضروری اور واجب ہے اور بہت سے واقعات اس اجماع پر شاہد ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے یہ کہتے تھے: ''مجھے معلوم ہے کہ تو ایک پتھر ہے نہ نفع دے سکتا ہے اور نہ نقصان دے سکتا ہے۔ اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو میں تو تجھے ہرگز بوسہ نہ دیتا۔''(58)

ایک دفعہ آپؐ نے نماز کے دوران اپنے جوتے اتار دیے تو آپ کی پیروی میں صحابہؓ نے بھی اپنے جوتے اتار دیے۔ نماز پڑھنے کے بعد آپؐ نے پوچھا کہ تم نے جوتے کیوں اُتارے؟ اس پر صحابہؓ نے جواب دیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے آپ کو جوتے اُتارتے دیکھا تو ہم نے بھی اتار دیے۔ آپؐ نے فرمایا: (میں نے جوتے اس لیے اتارے کہ میرے پاس جبرائیل آئے تھے اور انھوں نے مجھے خبر دی کہ جوتوں پر گندگی لگی ہوئی ہے۔(59)

اس حدیث سے اس طرح استدلال کیا گیا ہے کہ صحابہؓ نے جب آپؐ کی پیروی کی تو آپؐ نے اس کی نفی نہیں فرمائی البتہ اتنا بتا دیا کہ اس مخصوص واقعہ میں آپؐ کی حالت چونکہ مختلف تھی کہ آپؐ کے جوتوں پر گندگی لگی ہوئی تھی اس لیے پیروی ضروری نہیں تھی۔

دخول بدون انزال کی صورت میں غسل کے وجوب اور عدم وجوب میں صحابہؓ کا اختلاف تھا، بعض صحابہؓ وجوب کے قائل تھے اور بعض صحابہؓ عدم وجوب کے قائل تھے لیکن جب اس مسئلہ کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ایک دفعہ آپؐ نے بھی ایسا کیا تھا مگر ہم دونوں اس موقع پر نہائے تھے۔(60)

چنانچہ اب صحابہؓ اس بات پر متفق ہو گئے کہ دخول بدون انزال کی صورت میں غسل واجب ہوگا اور صحابہؓ کا یہ اتفاق اس وجہ سے حاصل ہوا کہ وہ آپ کے فعل کو واجب سمجھتے تھے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے آپؐ کا صرف فعل

نقل کیا تھا قول نقل نہیں کیا۔

صاحب فواتح الرحموت نے درج بالا دلیل پر یہ اعتراض کیا ہے کہ صحابہؓ نے غسل کے وجوب کو آپؐ کے فعل سے نہیں سمجھا بلکہ غسل کا وجوب تو اس آیت ''وَ اِنْ کُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا'' (61) سے سمجھا تھا البتہ آپؐ کے فعل کو اس آیت کا بیان قرار دیا کیونکہ جنابت مجمل تھی لہٰذا آپؐ کے فعل نے اس کو واضح کر دیا۔ (62)

دوسرا قول:

ندب کا ہے اور یہ قول امام شافعیؒ کا ہے، امام احمدؒ کی ایک روایت بھی یہی ہے اور اہل ظاہر بھی ندب کے قائل ہیں۔ علامہ جوینیؒ، امام غزالیؒ، ابن حاجبؒ، شوکانیؒ، تلمسانیؒ اور الدکتور سلیمان الاشقر نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ (63)

ندب کے قائلین کے چند دلائل ذکر کیے جاتے ہیں:

۱۔ ''لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَکَرَ اللّٰهَ کَثِیْرًا'' (64)

اس آیت سے استدلال کی صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ''لقد کان لکم'' کا لفظ ذکر کیا ہے۔ چنانچہ یہ لفظ دلالت کرتا ہے کہ آپؐ کے افعال کی اقتداء واجب نہیں کیونکہ اگر واجب ہوتی تو ''لکم'' کی بجائے ''علیکم'' ذکر کیا جاتا اس لیے کہ علی وجوب اور الزام کے لیے آتا ہے۔ اسی طرح ''اسوہ حسنہ'' کا لفظ یہ بتاتا ہے کہ آپؐ کی پیروی اور اقتداء محض مباح کے درجہ میں نہیں ہے بلکہ چھوڑنے کی بجائے کرنا زیادہ بہتر ہے اور اسی کا نام استحباب ہے۔ (65)

علامہ آمدیؒ فرماتے ہیں:

> **''جعل التأسی به حسنة، وادنی درجات الحسنة المندوب فکان محمولا علیه، وما زاد فهو مشکوک فیه.''** (66)

۲۔ علامہ رازیؒ نے افعال نبویؐ کے مندوب ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔

> **''انا رأینا اهل الاعصار متطابقین علی الاقتداء فی الافعال بالنبی صلی الله علیه وسلم، وذلک یدل علی انعقاد الاجماع علی انه یفید الندب.''** (67)

۳۔ افعال نبویؐ کے مندوب ہونے پر عقلی دلیل یہ ہے آپؐ کے افعال کے حکم میں پانچ صورتیں ممکن ہیں کہ یا

وہ حرام ہوں گے یا مکروہ ہوں گے یا واجب ہوں گے یا مستحب ہوں گے یا مباح ہوں گے۔ پہلی دو صورتیں ممکن نہیں ہیں کیونکہ انبیاء معصوم ہوتے ہیں اور معصوم سے حرام اور مکروہ کا صدور نہیں ہوسکتا۔ تیسری صورت بھی ممکن نہیں کیونکہ اگر یہ افعال یعنی جن کا وصف مجہول ہو اگر واجب ہوتے تو آپؐ اپنی رسالت و تبلیغ کی ذمہ داری کے تقاضا کے تحت ان کے وجوب کو صراحتاً ذکر کرتے حالانکہ آپؐ نے ان کے وجوب ذکر نہیں کیا۔ پانچویں صورت یعنی اباحت بھی ممکن نہیں کیونکہ اس آیت ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ میں آپؐ کے افعال کی اقتداء پر تعریف کی جارہی ہے اور تعریف مباح کام پر نہیں کی جاتی لہٰذا چوتھی صورت متعین ہے کہ آپؐ کے افعال ندب اور استحباب پر محمول ہوں گے۔(68)

تیسرا قول:

اباحت کا ہے کہ ان افعال میں (جن کا وصف مجہول ہو اور قربت الٰہی کے قصد کا قرینہ موجود ہو) آپؐ کی اقتداء کرنا مباح اور جائز ہے نہ ضروری ہے اور نہ ہی مستحب ہے۔ جمہور احناف، علامہ جصاص، علامہ سرخسی اور علامہ آمدی نے اس قول کو اختیار کیا ہے۔(69) اور امام رازیؒ نے امام مالکؒ کی طرف بھی اباحت کا قول منسوب کیا ہے۔(70)

اباحت کے قائلین کا استدلال کچھ اس طرح ہے کہ آپؐ کی عصمت کے تقاضا کے تحت آپؐ کا فعل حرام یا مکروہ نہیں ہوسکتا لہٰذا آپؐ کا فعل یا مباح ہوگا یا مستحب ہوگا یا واجب ہوگا۔ واجب میں فعل کا کرنا ضروری ہوتا ہے اور مستحب میں فعل کا کرنا راجح ہوتا ہے اور ان دونوں باتوں پر کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ بحث ان افعال کے بارے میں ہورہی ہے جن کا وصف معلوم نہ ہو۔ لہٰذا اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آپؐ کے افعال کی پیروی مباح ہے جس میں عمل اور ترک دونوں طرفیں برابر ہوتی ہیں۔(71)

اس دلیل کا جمہور علماء کی طرف سے یہ جواب دیا گیا ہے کہ زیر بحث وہ افعال ہیں جن کا وصف اگرچہ مجہول ہوتا ہے مگر کسی قرینہ کی وجہ سے ان میں قربت الٰہی کا قصد ظاہر ہوتا ہے اور یہ قصد اباحت مجردہ کے منافی ہے اور فعل کے رجحان پر دلالت کرتا ہے۔(72)

چوتھا قول:

توقف کا ہے یعنی افعال نبویؐ کا حکم موقوف ہوگا یہاں تک کہ کسی دلیل سے ثابت ہو جائے کہ ہمارے حق

میں اس فعل کی کیا حیثیت ہے۔ یہ قول اکثر معتزلہ اور اشاعرہ کا ہے اور اسی قول کو امام رازیؒ اور امام غزالیؒ نے مختار قرار دیا ہے۔(73)

ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ چونکہ فعل کا وصف مجہول ہے اور یہ معلوم نہیں کہ فعل واجب ہے یا مستحب ہے یا مباح ہے۔ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ فعل آپ ﷺ کے ساتھ خاص ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ فعل پوری امت کے لیے عام ہو چنانچہ جب اتنے سارے امکانات ہیں تو اس صورت میں توقف ضروری ہوگا کیونکہ فعل کی اقتداء اور پیروی اس وقت ممکن ہے جب اس کا وصف معلوم ہو البتہ اگر کسی دلیل سے فعل کا وصف معلوم ہو جائے تو پھر اس کے مطابق حکم لگایا جائے گا۔

اس ذکر کردہ دلیل کا جمہور کی جانب سے جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ کے افعال کے اندر اصل یہ ہے کہ ان افعال کی پیروی اور اقتداء کی جائے اور وہ فعل آپ ﷺ کے ساتھ خاص نہ ہو ماسوائے اس کے کہ جب خصوصیت پر کوئی دلیل قائم ہو جائے لہٰذا یہ بات طے شدہ ہے کہ جن افعال کا وصف مجہول ہے ان میں بھی آپ ﷺ کی پیروی کی جائے گی البتہ وہ پیروی وجوب یا ندب یا اباحت کے طریقہ پر ہوگی اس میں اختلاف ہے۔(74)

ذکر کردہ چاروں اقوال میں سے راجح قول ندب کا ہے یعنی آپ ﷺ کے وہ افعال جن کا وصف معلوم نہیں اور ان میں قربت کا قصد ظاہر ہو وہ امت کے حق میں مستحب ہیں۔ اس قول کو ترجیح دینے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اکثر علمائے اصول، محدثین اور فقہاء اس قول کو مختار قرار دیتے ہیں (جیسا کہ یہ بات پیچھے گزر چکی ہے) علاوہ ازیں آپ ﷺ کا فعل حرام اور مکروہ ہونا ممکن نہیں، وجوب پر کوئی دلیل نہیں اور قربت کا قصد ظاہر ہونے کی وجہ سے مباح بھی نہیں کہا جا سکتا لہٰذا مندوب و مستحب ہونا متعین ہے۔

قسم دوم:

دوسری قسم ان افعال پر مشتمل ہے جن کا وصف مجہول ہو اور ان افعال میں آپ ﷺ کی طرف سے قربت کا قصد ظاہر نہ ہو رہا ہو، ان افعال کو مرسل بھی کہا جاتا ہے۔(75) اس قسم میں بھی فقہاء اور اصولیین کا زبردست اختلاف موجود ہے اور اس میں وہی چار اقوال موجود ہیں جو قسم اول میں گزرے ہیں۔

۱۔ پہلا قول وجوب کا ہے اور یہ بعض شوافع کا ہے اور سلیم الرازی نے امام شافعیؒ کا ظاہر مذہب قرار دیا ہے۔
ان حضرات کے وہی دلائل ہیں۔ جو قسم اول میں وجوب کے قائلین کے تھے اور ان دلائل کا وہی جواب ہے جو قسم اول میں وجوب کے قائلین کو دیا گیا۔(76)

۲۔ دوسرا قول ندب کا ہے اور یہ قول اکثر احناف، معتزلہ اور اکثر شوافع کا ہے۔(77) علامہ شوکانیؒ نے اس قول کو مختار قرار دیا ہے۔ علامہ شوکانی اس قول کی تائید میں لکھتے ہیں:

” وهو الحق، لأن فعله صلى الله عليه واله وسلم، وان لم يظهر فيه قصد القربة فهو لا بد ان يكون لقربة، واقل ما يتقرب به هو المندوب، ولا دليل يدل على زيادة على الندب، فوجب القول به، ولا يجوز القول بأنه يفيد الاباحة، فان اباحة الشيء بمعنى استواء طرفيه موجودة قبل ورود الشرع به، فالقول بها اهمال للفعل الصادر منه. صلى الله عليه واله وسلم فهو تفريط، كما ان حمل فعله المجرد على الوجوب افراط، والحق بين المقصرو الغالى.“(78)

۳۔ تیسرا قول اباحت کا ہے۔ حنابلہ کے نزدیک یہ قول راجح ہے اور علامہ جوینیؒ نے اس قول کو پسند کیا ہے اور اس قول کے مخالفین پر بڑی تفصیل سے رد کیا ہے۔(79) الدکتور سلیمان الاشقر نے بھی اسی قول کو ترجیح دی ہے۔(80)

۴۔ چوتھا قول توقف کا ہے کہ ان افعال پر وجوب یا ندب یا اباحت کا حکم لگانے میں توقف کیا جائے گا یہاں تک کہ کوئی دلیل قائم ہو جائے تو پھر اس دلیل کے مطابق حکم لگایا جائے گا۔ یہ قول اشاعرہ کا ہے اور دقاق، ابوالقاسم بن کج اور ابن فورک نے اس قول کو صحیح قرار دیا ہے۔ علامہ زرکشیؒ نے اس قول کو جمہور شوافع کی طرف منسوب کیا ہے۔ امام غزالیؒ اور امام رازیؒ نے بھی اسی قول کو ترجیح دی ہے۔(81) ان حضرات کی دلیل اور اس کا جواب وہی ہے جو قسم اول کے ذیل میں گزر چکا ہے۔

ذکر کردہ چاروں اقوال میں سے اباحت کا قول راجح ہے کیونکہ آپؐ کی عصمت کے تقاضا کے تحت آپؐ کا فعل حرام اور مکروہ نہیں ہو سکتا اور وجوب پر بھی کوئی دلیل نہیں کیونکہ زیر بحث وہ افعال ہیں جن کا وصف معلوم نہ ہو۔ رہ گئے ندب اور اباحت تو چونکہ قسم دوم میں وصف مجہول ہونے کے ساتھ ساتھ قربت کا قصد بھی ظاہر نہیں ہوتا اس لیے فعل مندوب اور مستحب بھی نہیں ہو سکتا لہٰذا اباحت کا قول کرنا متعین ہے۔

فقہاء اور اصولیین کے ذکر کردہ اقوال کا ماحصل یہ ہے کہ آپ ﷺ کے وہ افعال جن کا تعلق انسانی جبلت سے ہے وہ ہمارے حق میں مباح ہیں۔ جو افعال آپ ﷺ کے ساتھ خاص ہیں اور افراد امت سے متعلق نہیں ہیں

ان پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔ جو افعال آپ ﷺ نے مجمل حکم کی وضاحت یا اوامر الٰہی کے امتثال کے طور پر سرانجام دیئے ہیں تو ان افعال کا حکم ان اوامر کے تابع ہوگا جن کے تحت ان کو سرانجام دیا گیا ہے۔ افعال مجردہ میں اگر وہ وصف معلوم ہے جس کے تحت آپ ﷺ نے ان کو سرانجام دیا تو وہی وصف ہمارے حق میں بھی معتبر ہوگا اور اگر وصف معلوم نہ ہو اور آپ ﷺ کے فعل سے قربت کا قصد ظاہر ہو رہا ہو تو وہ ہمارے حق میں مستحب ہے بصورت دیگر مباح ہے۔

مصادر و مراجع

1۔ الأحزاب ۳۳: ۲۱

2۔ ابن حزم، ابو محمد علی بن احمد الاندلسی، الاحکام فی اصول الاحکام، دار الآفاق الجدیدة، بیروت، س.ن، ۲/۶

3۔ سبکی، علی بن عبدالکافی، الابھاج فی شرح المنھاج، دار الکتب العلمیة، بیروت، ۱۴۱۶ھ، ۲/۲۸۸

4۔ الابھاج فی شرح المنھاج، ۲/۲۸۸

5۔ لسان العرب، دار المعارف، قاھرہ، سطن، ص ۳۴۳۸

6۔ القاموس المحیط، مؤسسة الرسالة، بیروت، الطبعة الثامنة، ۱۴۲۶ھ، ص ۱۰۴۳

7۔ معجم مقاییس اللغة، دار الفکر، بیروت، سطن، ۴/۵۱۱

8۔ اشقر، محمد سلیمان، افعال الرسولؐ و دلالتھا علی الاحکام الشرعیة، مؤسسة الرسالة، بیروت، الطبعة الخامسة، ۱۴۱۷ھ، ۱/۵۱

9۔ الاسنوی، امام جمال الدین عبدالرحیم بن الحسن، نھایة السول فی شرح منھاج الاصول، عالم الکتب، القاھرة، سطن، ۱/۲۹

10۔ البخاری، کتاب الشفعة، باب الشفعة فیما لم یقسم، رقم الحدیث ۲۲۵۷

11۔ الصحیح لمسلم، کتاب الحدود، باب من اعترف علی نفسه بالزنی، رقم الحدیث ۱۶۹۵

12۔ عروسی، محمد عبدالقادر، افعال الرسولؐ و دلالتھا علی الاحکام، دار المجتمع للنشر والتوزیع، الطبعة الثانیة، ۱۴۱۱ھ، ص ۳۷

13۔ الکھف ۱۸: ۶

14۔ لکھنوی، عبدالعلی محمد بن نظام الدین، فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت، دار الکتب العلمیة،بیروت،الطبعة الاولی، ۱۴۲۳ھ،۲/۲۲۴؛البرهان فی اصول الفقه، ۱/۴۸۷

15۔ ابو المعالی، امام الحرمین عبدالملک بن عبدالله، البرهان فی اصول الفقه، مطابع الدوحة الحدثة، قطر ،الطبعة الاولی،۱۳۹۹ھ، ۱/۴۸۸

16۔ آمدی، الامام علی بن محمد، الاحکام فی اصول الاحکام، دار الصمیعی، الریاض، الطبعة الاولی،۱۴۲۴ھ، ۱/۲۳۲؛فواتح الرحموت،۲/۲۲۴

17۔ سرخسی، ابو بکر محمد بن احمد، اصول السرخسی، قدیمی کتب خانه، کراچی،سطن، ۱/۱۱۴؛ ارشاد الفحول، ۱/۱۹۸

18۔ افعال الرسولؐ للاشقر، ۱/۲۳۷

19۔ ابو زهره، محمد، اصول الفقه، دار الفکر العربی، بیروت، سطن،ص ۱۰۹

20۔ غامدی، جاوید احمد، المقامات،المورد،لاهور،طبع اول،۲۰۰۸ء،ص ۱۳۸، ۱۳۹

21۔ الجامع الصحیح للبخاری، کتاب اللباس، باب تعلیم الاظفار، رقم الحدیث ۵۸۹۲

22۔ شوکانی، محمد بن علی، ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول، دار الفضیلة، الریاض، الطبعة الاولی، ۱۴۲۱ھ، ۱/۱۹۸؛الابهاج،۲/۲۹۲

23۔ ارشاد الفحول، ۱/۱۹۹؛الابهاج،۲/۲۹۳؛البحر المحیط فی اصول الفقه،۴/۱۷۷

24۔ افعال الرسولؐ للاشقر، ۱/۲۷۳

25۔ ارشاد الفحول، ۱/۲۰۰؛الاحکام فی اصول الاحکام، ۱/۲۳۲؛فواتح الرحموت، ۲/۲۲۴؛ اصول الفقه للمظفر،۲/۵۹

26۔ النحل۱۶: ۴۴

27۔ افعال الرسولؐ للاشقر، ۱/۲۸۴

28۔ المآئدة۵: ۳۸

29۔ بیهقی، ابو بکر احمد بن الحسین بن علی، السنن الکبریٰ، مطبعة مجلس دائرة المعارف النظامیة،حیدر آباد دکن،الطبعة الاولی،۱۳۴۴ھ، کتاب السرقة،۸/۲۷۱

30۔ الاحکام فی اصول الاحکام، ۱/۲۳۲

31۔ الاحکام فی اصول الاحکام، ۲۳۳/۱

32۔ مظفر، شیخ محمد رضا،اصول الفقه، مؤسسة الاعلمی للمطبوعات،بیروت،الطبعة الثانیة، ۱۴۱۰ھ،۵۷/۲

33۔ افعال الرسولؐ للاشقر، ۳۰۴/۱

34۔ فراء البغدادی، ابو یعلی، العدة فی اصول الفقه، الریاض، ۱۴۱۰ھ،۷۳۵/۳

35۔ ارشاد الفحول، ۲۰۱/۱ ؛المعتمد فی اصول الفقه، ۳۸۵/۱؛البحر المحیط، ۱۸۰/۴ ؛ افعال الرسولؐ للاشقر، ۳۱۱/۱

36۔ ارشاد الفحول، ۲۰۱/۱

37۔ ارشاد الفحول، ۲۰۱/۱ ؛البحر المحیط،۱۷۹/۴ ؛افعال الرسولؐ للاشقر، ۳۱۴/۱

38۔ العدة فی اصول الفقه،۷۳۵/۳

39۔ ارشاد الفحول، ۲۰۲/۱ ؛فواتح الرحموت،۲۲۴/۲

40۔ فواتح الرحموت،۲۲۴/۲

41۔ افعال الرسولؐ للاشقر، ۳۱۹/۱

42۔ ایضاً

43۔ ارشاد الفحول، ۲۰۲/۱

44۔ ارشاد الفحول، ۲۰۲/۱ ؛فواتح الرحموت،۲۲۴/۲

45۔ ارشاد الفحول، ۲۰۲/۱

46۔ الجامع الصحیح الصحیح، کتاب الاعتکاف، باب الاعتکاف فی العشر الاواخر، رقم الحدیث ۲۰۲۵

47۔ الجامع الصحیح للبخاری، کتاب سجود القران، باب ازدحام الناس اذا أقرأ الامام السجدة، رقم الحدیث ۱۰۷۶

48۔ الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الحج، باب تقبیل الحجر، رقم الحدیث ۱۶۱۰

49۔ الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الصوم،باب القبلة للصائم، رقم الحدیث ۱۹۲۸

50۔ الجامع الصحیح للبخاری، کتاب اللباس، باب خاتم الفضة، رقم الحدیث،۵۸۶۶

51۔ الجامع الصحیح للبخاری، کتاب جزاء الصید، باب الاغتسال للمحرم، رقم الحدیث ۱۸۴۰

52۔ البرهان فی اصول الفقه، ۱/۴۸۸

53۔ البرهان ، ۱/۴۸۸؛العدة،۳/۷۳۵؛ارشاد الفحول، ۱/۲۰۲،۲۰۳؛الاحكام فی اصول الاحكام، ۱/۲۳۳

54۔ النور ۲۴:۵۴

55۔ الاحكام فی اصول الاحكام، ۱/۲۳۶

56۔ الحشر ۵۹:۷

57۔ ارشاد الفحول، ۱/۲۰۴

58۔ الجامع الصحيح للبخارى، كتاب الحج، باب تقبيل الحجر، رقم الحديث ۱۶۱۰

59۔ السنن لأبى داؤد، كتاب الصلوٰة، باب الصلوة فى النعل، رقم الحديث ۶۵۰

60۔ الصحيح لمسلم،كتاب الحيض، باب نسخ ”الماء من الماء“ ووجوب الغسل بالتقاء الختانين، رقم الحديث ۳۵۰

61۔ المائدة۵:۶

62۔ فواتح الرحموت، ۲/۲۲۷

63۔ ارشاد الفحول، ۱/۲۰۵؛ البرهان، ۱/۴۹۱،۴۹۲؛ العدة فى اصول الفقه، ۳/۷۳۷؛ الاحكام لإبن حزم، ۴/۳۹؛افعال الرسول للاشقر، ۱/۳۲۵

64۔ الاحزاب ۳۳:۲۱

65۔ رازى، فخر الدين محمد بن عمر، المحصول فى علم اصول الفقه، مؤسسة الرسالة،بيروت،الطبعة الثانية،۱۴۱۸هـ، ۳/۲۴۴؛ ارشاد الفحول، ۱/۲۰۶

66۔ الاحكام فى اصول الاحكام، ۱/۲۳۸

67۔ المحصول فى علم اصول الفقه،۳/۲۴۵؛ ارشاد الفحول، ۱/۲۰۶

68۔ المحصول فى علم اصول الفقه،۳/۲۴۵؛ فواتح الرحموت، ۲/۲۲۷؛ ارشاد الفحول، ۱/۲۰۶

69۔ فواتح الرحموت،۲/۲۲۵؛اصول السرخسى،۲/۸۹؛الاحكام فى اصول الاحكام، ۱/۲۳۳

70۔ المحصول فى علم اصول الفقه،۳/۲۳۰

71۔ المحصول فی علم اصول الفقہ،۳/۲۴۶،۲۴۷؛فواتح الرحموت،۲/۲۲۸

72۔ ارشاد الفحول، ۱/۲۰۷

73۔ المحصول فی علم اصول الفقہ،۳/۲۳۰

74۔ العدۃ فی اصول الفقہ،۳/۷۴۸؛فواتح الرحموت،۲/۲۲۸

75۔ البرہان فی اصول الفقہ، ۱/۴۹۳

76۔ البرہان فی اصول الفقہ، ۱/۴۹۳؛ارشاد الفحول، ۱/۲۰۹

77۔ زرکشی، بدر الدین محمد بن بہادر، البحر المحیط فی اصول الفقہ، دار الصفوۃ، غردقۃ، الطبعۃ الثانیۃ،۱۴۱۳ھ،۴/۱۸۳

78۔ ارشاد الفحول، ۱/۲۱۰

79۔ البرہان ، ۱/۴۹۴؛ارشاد الفحول، ۱/۲۱۱

80۔ افعال الرسولؐ للاشقر، ۱/۳۲۵

81۔ ارشاد الفحول، ۱/۲۱۱؛البحر المحیط، ۴/۱۸۳ ؛المحصول،۳/۲۳۰